15-7-2020

Name - Adil Rashid
Asst. Professor (URDU) RN COLLEGE
HAJIPUR, BRABU, MUZAFFARPUR

Aligarh movement ⟵ [illegible] علیگڑھ تحریک

FOR MA - 3rd Semester

15 July 2020

علی گڑھ تحریک

انیسویں صدی کے اوائل میں مغلیہ سلطنت زوال پذیر تھی۔
سیاسی، سماجی اور اقتصادی حالات اپنے برے دور سے گزر
رہی تھی۔ مغلیہ سلطنت برائے نام رہ گئی تھی۔
1857 کی جنگ آزادی میں بہادر شاہ ظفر کی شکست کے ساتھ
ہی مغلیہ سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ دور مسلمانوں کے
لیے مشکل ترین دور تھا۔ جنگ آزادی کے ردعمل میں
انگریزوں کے اصل دشمن مسلمان ہی تھے۔ انہیں غدر کے الزام
میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، گھروں کو اجاڑ دیا گیا، ان
کی جائیدادیں ضبط کی گئیں۔ مسلمان زمینداروں، تعلقہ
داروں اور اہل ثروت کے سربراہ اور ۵۰ اشخاص کی
عزت و آبرو برباد کر دی گئی۔ ان حالات نے مسلمانوں
کی معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی بحران پیدا کر دیا۔

بقول اشفاق احمد اعظمی

"غدر ~~1857~~ 1857 کی تباہی نے حکومت کو

ہندوستانیوں خاص کر مسلمانوں سے حد درجہ برہم کر دیا
جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی زندگی اس ملک میں دوبھر ہو گئی۔
کتنے مسلمانوں کو غدر کے الزام میں سزائے موت دے دی گئی اور
کتنے گھروں کو اجاڑ دیا گیا۔۔۔ اس طرح مسلمانوں کے اندر
معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی ہر اعتبار سے بدحالی پیدا ہو گئی۔

سرسید احمد خان نے 1857 کے اس غدر کی تباہی کو اپنی
آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اس تباہی نے انہیں حد درجہ متاثر کیا۔
انہوں نے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے مسلمانوں کے خلاف
حکومت کے قائم بغض کو دور کرنے کی بھی بھرپور کوشش کی۔
انہوں نے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا بیڑا اٹھایا اور اپنے
اس عظیم مقصد میں کامیاب بھی ہوئے۔

سرسید کی زندگی کو ہم چار حصے میں تقسیم کر سکتے ہیں۔
پہلا دور 1817-1837 جو ان کا بچپن اور طالب علمی کا دور
ہے۔ اس دور میں ہی مغلیہ سلطنت کے زوال کے آثار نمایاں
ہو چلے تھے۔ دوسرا دور 1838-1857 کا احاطہ کرتا ہے
اس دور میں ان کی بیشتر مشہور تصانیف منظر عام پر آئیں۔
ان کی زندگی کا تیسرا دور 1875-77 تک محیط ہے

Scanned with CamScanner

اس دور میں انہوں نے ایسی کتابیں چھاپیں، میل جول اور اتحاد و
اتفاق پر خاص زور دیا۔ اسی دور میں انہوں نے لندن کا
سفر کیا اور وہاں کے تعلیمی نظام سے کافی متاثر ہوئے۔ وہیں
انہوں نے تعلیم کی اہمیت کا اندازہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے لیے ایک
عظیم درسگاہ کا خواب دیکھا تھا۔ اسی دور میں ان کی ایک
اہم تصنیف "خطبات احمدیہ" منظر عام پر آئی۔

1877-1897 ان کی زندگی کا آخری دور ہے۔ اس دور میں انہوں
نے مذہبی، سیاسی، تعلیمی اور علمی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ
کر حصہ لیا۔

اردو ادب میں بہت سی تحریکیں یکے بعد دیگرے منظر عام پر آئیں
لیکن علی گڑھ تحریک ان تمام تحریکوں سے منفرد تھی۔ یہ خالص
ادبی تحریک نہیں تھی بلکہ سرسید کی سیاسی، سماجی، مذہبی،
علمی و ادبی کاوشوں کا نتیجہ تھی جس نے قوم کی رہبری کی تھی۔
اسی وجہ سے اس تحریک سرسید کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔
خلیق احمد نظامی اپنی کتاب "سرسید اور علی گڑھ تحریک"
میں فرماتے ہیں۔

"ہندوستان کے مسلمانوں کی گزشتہ ڈیڑھ سو
سال کی فکری، سماجی، مذہبی، سیاسی اور ادبی تاریخ کا

شاید ہی کوئی ایسا گوشہ ہو جس پر سر سید اور علی گڑھ
تحریک نے بلا واسطہ یا بالواسطہ اپنے اثرات نہ چھوڑے
ہوں۔ سر سید اور ان کے رفقا کے لگائے ہوئے مدرسۃ العلوم
ایک تعلیمی درسگاہ، نئے فکری رجحانات کی ایک علامت، احیاء
ملی کی ایک تحریک کا نام تھا ۔۔۔۔ سر سید کی بلند حوصلگی،
عزم راسخ، خلوص نیت اور جہد مسلسل نے اس مشکل اور متنوع
کام کو ایک تحریک کی شکل دے دی تھی۔ زمانے کے پیچ و خم
کے ساتھ تحریک کے خد و خال بھی بدلتے رہے لیکن سر سید کے
افکار کی معنویت ہر دور کے لئے بڑھتی ہی رہی اور ان کی یہ
آواز برابر فضاؤں میں گونجتی رہی کہ "چشم باطن سے ذرا
اس لوح کی تحریر بھی دیکھ"
علی گڑھ تحریک کئی معنوں میں اہم ترین تحریک تھی۔ لیکن سب سے
زیادہ تقویت اس سے ادبی تحریک کو ملی۔ محمڈن ایجوکیشنل
کانفرنس، سائنٹفک سوسائٹی، ایم او کالج اور تہذیب الاخلاق
کے خیر خواہوں نے تحریر و تخلیق پر اثر انداز ہو کر شعر و ادب
کا ایک نیا معیار ابھر کر سامنے آیا۔

سر سید نے سمجھایا کہ مادی خوشحالی مغربی علوم و فنون کو حاصل کیے بنا ممکن نہیں۔ انہوں نے فرسودہ رسموں کا رواج اور تعلیم کو خارج کیا اور سائنٹیفک تعلیم پر زور دیا۔ "اسبابِ بغاوت ہند" لکھ کر مسلمانوں کو انگریزوں کے شانہ بشانہ چل کر زندگی کی نئی بلندیوں کو چھونے کی تلقین کی۔

سر سید نے عقلیت پر بھی زور دیا۔ علیگڑھ تحریک کی فکر کی بنیاد عقلیت پر مرکوز تھی۔ ان کا ماننا تھا کہ بغیر عقلی استدلال کے مذہبی مسائل کو آنکھیں موند کر قبول نہیں کرنا چاہیے۔ انہوں نے کسی بھی بے جا تقلید سے مخالفت کی۔ انہوں نے مذہب اسلام کو سائنس، فلسفے اور قانون کے تناظر میں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ بقول انور سدید؛

"سر سید نے مذہب کا خول توڑنے کے بجائے اسے فعال بنانے کی کوشش کی ۔۔۔۔ سر سید نے عقل سلیم کے ذریعے اسلام کی مدافعت کی اور ثابت کر دیا کہ اسلام زمانے کے نئے تقاضوں کو نہ صرف قبول کرتا ہے بلکہ نئے حقائق کی عقلی توضیح کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔"

سرسید عقلیت پسندی کے ذریعے مذہبی اصلاح کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اسلام کو جدید علوم اور سائنس کی روشنی میں دیکھنے کی کوشش کی۔ اس کی متعدد مثالیں ان کی تفسیر "تبیین القرآن" میں موجود ہیں۔

علی گڑھ تحریک کی ایک خاص اساس اجتماعیت تھی۔ انہوں نے انفرادیت پر اجتماعیت کو خاص ترجیح دی۔ انہوں نے رائے کی آزادی پر زور دیا۔ ان کا ماننا تھا کہ سماج کو ذہنی طور پر آزاد ہونا چاہئے۔ سرسید تصور تعلیم کو بہت وسیع تر معنوں میں لیتے تھے۔ انہوں نے آزادی کی جگہ فروغ تعلیم کا تصور پیش کیا۔

علی گڑھ تحریک کی ادبی معنویت سرسید اور ان کے رفقا کی علمی و ادبی خدمات پر منحصر ہے۔ سرسید کی علمی تصانیف کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ وہ بذات خود ایک انجمن تھے۔ سرسید نے تحقیق، تنقید، فلسفہ، مذہب، تاریخ جیسے موضوعات پر بہترین تخلیق انجام دیں اور ایک الگ شناخت بنائی۔

سرسید نے مذہبی موضوع پر متعدد کتابیں لکھی ہیں مثلاً کلمۃ الحق، تحفہ حسن، طعام اہل الکتاب، راہ سنت در رد بدعت، تفسیر القرآن وغیرہ ان کی اہم شہرۂ آفاق تصانیف ہیں۔

اس کے علاوہ انہوں نے قانون اور سائنسی موضوعات کا بھی احاطہ کیا ہے۔ اپنا تاریخ سے بھی خاص لگاؤ تھا۔ ان کی شہرۂ آفاق کتاب "آثار الصنادید" اسی موضوع پر لکھی گئی کتاب ہے۔ اسی طرح تہذیب الاخلاق اور علی گڑھ گزٹ کو منفرد مقام حاصل ہے۔ انہوں نے اردو صحافت کو بھی نئی راہ دکھائی۔

بقول شبلی نعمانی

"جو چیزیں شعر و حکمت کے ساتھ ان کی اصلاح کی بدولت ذرہ سے آفتاب بن گئیں ان میں ایک اردو لٹریچر بھی ہے۔"

اردو ادب میں سرسید کی اہمیت مسلم ہے۔ علی گڑھ تحریک کی وجہ سے اردو شعر و ادب کو بڑی اہمیت حاصل ہو گئی۔ سرسید نے شعر و نثر کے پیچیدہ مسائل پر سنجیدگی سے گفتگو کی اور زندگی کے مختلف پہلوؤں سے روشناس کرایا۔ علی گڑھ تحریک ایک اصلاحی تحریک تھی۔ لہٰذا سرسید کا تاثر تحریروں میں اصلاحی نوعیت کا ہے جو قاری کے ذہن پر گہرے تاثرات چھوڑتا ہے۔

سرسید کی ادبی خدمات نے شاعری کے ساتھ اردو نثر کو بھی نئی جہت عطا کی۔

Scanned with CamScanner

علی گڑھ تحریک کو ترقی دینے میں سرسید کے معاصرین شبلی نعمانی، محمد حسین آزاد، الطاف حسین حالی، نذیر احمد وغیرہ نے اپنی علمی و ادبی خدمات سے نوازا۔

مولانا شبلی بھی علی گڑھ تحریک کے اولین معماروں میں تھے۔ ان کی مشہور و معروف تصنیف المامون اور الفاروق وغیرہ ہیں۔

ان کے دوسرے معاصرین مثلاً نذیر احمد نے اصلاح معاشرہ پر زور دیا۔ الطاف حسین حالی، محمد حسین آزاد، ~~شبلی نعمانی~~، ~~نذیر احمد~~ وغیرہ نے بھی سرسید تحریک کو ترقی کی منزل پر لا کھڑا کیا۔ بعض جگہوں پر مخالفت مخالف نقطہ نظر کے باوجود سرسید کی کاوشوں کو سراہتے رہے۔

Scanned with CamScanner